شہری

برائے بہتر ماحول

جولائی تا دسمبر 2005ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ — مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات میں

- انسانی حقوق اور پولیس کا کردار
- زلزلے کے متاثرین کی آبادکاری
- پولیس اصلاحات
- شہری سرگرمیاں

سندھ ہائی کورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ

شہری کی جانب سے تعلیم اور صحت کے اداروں کو چلانے والی کثیر القومی کمپنی کے خلاف مقدمے کا احاطہ

کراچی کے دیہہ چوہار کے علاقے سے متصل ایک قطعہ زمین کو صرف اور صرف تعلیم اور صحت کے مقاصد کے استعمال کے لیے مخصوص کیا گیا تھا اور اسے تعلیمی شہر کا نام دیا گیا۔

صحت اور تعلیم سے منسلک مشہور اور نمایاں ملکی تنظیموں اور اداروں مثلاً انسٹی ٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن۔ آغا خان یونیورسٹی اینڈ میڈیکل کالج فاؤنڈیشن۔ آغا خان یونیورسٹی۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔ سندھ مدرستہ الاسلام بورڈ برائے قائداعظم پبلک اسکول۔ نیو پورٹ انسٹی ٹیوٹ آف کمیونی کیشن اینڈ اکنامکس۔ سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی۔ شوکت خانم میموریل کینسر اسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر اور ضیاء الدین یونیورسٹی نے مذکورہ علاقے میں بڑے بڑے قطعات زمین کے

معیاری تعمیر کے لیے موثر قوانین وضع کیے جائیں

شہری سی بی ای کے زیراہتمام منعقدہ سیمینار میں مقررین نے قومی سانحات اور آفات سے نمٹنے کے مستعد نظام مرتب کرنے کی ضرورت پر زور دیا تاکہ زلزلے یا کسی اور آفت کے رونما ہونے اور عمارات کی تباہی کی صورت میں عام لوگوں کی سلامتی و تحفظ کے لیے بروقت اقدام کو یقینی بنایا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ اس نظام کو وفاقی۔ صوبائی۔ شہری اور کمیونٹی کی سطح پر ایک مربوط اور مکمل انداز میں تازہ ترین معلومات کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

انہوں نے نئے بلڈنگ قوانین کو بنانے اور ان کے نفاذ کی حمایت و تائید کی تاکہ عمارات کی بہتر تعمیر کو یقینی بنایا جائے کیونکہ اس وقت بیشتر معاملات میں تعمیراتی قوانین کا نفاذ نہیں کیا جاتا۔

''تباہ کن'' زلزلے کے خطے میں عمارات اور سلامتی و تحفظ کے موضوع پر ہونے والے اس سیمینار کا اہتمام شہری نے ہیلپ لائن ٹرسٹ کے تعاون سے کیا تھا۔ تقریب کے مہمان خصوصی صوبائی وزیر برائے منصوبہ بندی و ترقی شعیب بخاری تھے۔

(باقی صفحہ 4 پر ملاحظہ فرمائیے)

شہری
جی 206 بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔ 75400، پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0646
E-mail: Shehri@onkhura com
(Web site)
www shehri org
ایڈیٹر : سمیرا نعیم
انتظامی کمیٹی:
چیئر پرسن : رونالڈ ڈی سوزا
وائس چیئر پرسن: ایس رضا علی گردیزی
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : شیخ رضوان عبداللہ
ارکان : خطیب احمد، ڈیرک ڈین،
اے ستار
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : سرور خالد
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: ریحان اشرف
بانی ارکان:
نوید حسین، قاضی فائز عیسیٰ
حمیرا رحمٰن، دانش آذر زوبی
زین شیخ، خالد ندوی، قیصر بنگالی
شہری ذیلی کمیٹیاں:
i- قانون
ii- میڈیا اور بیرونی روابط
iii- آلودگی کے خلاف
iv- پارکس اور تفریح
v- اسلحہ سے پاک معاشرہ
vi- حفظ ورثہ
vii- مالی حصول
شہری کی رکنیت ''شہری برائے بہتر ماحول'' کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔
ایڈیٹر / ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
لے آؤٹ اور ڈیزائن: حیاء الدین حیات
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونی کیشن (IPC)
مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

حصول کے لیے اپنی بڑی رقوم کی سرمایہ کاری کی۔

اس وقت حکومت سندھ کے چیف سیکریٹری اور شعبہ استعمال زمین کے سیکریٹری نے ان اداروں کو مطلع کیا تھا کہ تعلیمی شہر کے لیے مختص اس قطعہ زمین کو صحت یا تعلیمی سہولتوں کی فراہمی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

گورنر سندھ کے علاوہ ناظم شہر نے بھی تعلیمی شہر کے اس خیال کو سراہا اور فروغ بھی دیا۔ اور اس بات کی تائید بھی کی کہ تمام متعلقہ افراد اور شہری حکومت کے درمیان تعاون اور شراکت بہت ضروری اور اہم ہے۔

گورنر سندھ نے اس کا اقرار اور اعلان عوام کے سامنے 1999ء میں کیا تھا۔ تعلیمی شہر کی سالمیت کو یقینی بنانے کے ساتھ اس بات پر زور دیا کہ کوئی بھی شخص یا ادارہ غلطی سے یا بلا سمجھے بوجھے تعلیمی شہر کے علاقے میں زمین نہ خرید سکے۔ کراچی کی شہری حکومت نے 17 فروری 2003ء کو ایک سرکاری حکم جاری کیا جس کے تحت دیہہ چوبار میں زمین کی فروخت۔ لیز کی تجدید۔ تبدیلی۔ تبادلہ اور منتقلی سے متعلق کسی بھی کارروائی کی اجازت نہیں ہوگی۔

اسی دوران نیسلے ملک پاک لمیٹڈ نے کراچی شہر سے متصل پانی کی بوتلوں کا پلانٹ لگانے کا منصوبہ بنایا تاکہ تعلیمی شہر کے علاقے میں زیرزمین پانی کے مفت استعمال سے فائدہ

سندھ ہائیکورٹ کا انصاف۔ تاریخ رقم ہوئی

(2004 کا مقدمہ نمبر 567)

مدعیان

1- سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن۔
2- آغا خان یونیورسٹی اینڈ میڈیکل کالج فاؤنڈیشن۔
3- آغا خان یونیورسٹی۔
4- شہید ذوالفقار علی بھٹو انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔

(قاضی فائز عیسیٰ ایڈووکیٹ نے نمائندگی کی)

مدعا علیہان

1- نیسلے ملک پاک لمیٹڈ۔
2- صوبہ سندھ بذریعہ چیف سیکریٹری حکومت سندھ۔
3- سیکریٹری لینڈ یوٹیلائزیشن ڈپارٹمنٹ حکومت سندھ۔
4- ادارہ برائے ماحولیاتی تحفظ۔
5- شہری ضلعی حکومت۔ کراچی۔

(ایم / ایس وسیم سجاد علی وسیم سجاد اور ارشد طیب علی ایڈووکیٹس نے نمائندگی کی)

اٹھا سکے۔ نیسلے پاک لمیٹڈ ملٹی نیشنل نیسلے کا پاکستان چیپٹر ہے اور پاکستان میں پانی کی بوتلوں کی وسیع صنعت میں اس کی بڑی حصہ داری ہے۔ پانی کے اس کاروبار میں اپنے منافع کو بڑھانے کے لیے اس نے بعدازاں تعلیمی شہر کے علاقے میں 20 ایکڑ زمین حاصل کرلی۔

اگرچہ زمین کا یہ حصول قانونی طور پر ناقص تھا۔ اس نے دیہہ چوبار این اے کلاس نمبر 108 میں نسبتاً ایک چھوٹے قطعہ زمین یعنی صرف 20 ایکڑ کے حصول کے لیے درخواست دی جو منظور بھی ہوگئی۔ یہ درخواست 25 اکتوبر 2003ء کو سرکاری زمین کی آبادکاری کے ایکٹ 1912ء کی دفعہ (1)10 کے تحت صنعتی/تجارتی مقاصد کے لیے دی گئی تھی۔ اور اس سلسلے میں شعبہ صنعت کو نظرانداز کیا گیا تھا۔

این اے کلاس نمبر 108 کو 99 سال کی لیز دیدی گئی، لیکن پھر مذکورہ نمبر کو این اے کلاس نمبر 106 میں تبدیل کردیا گیا۔ اس قسم کی ترمیم کا اجراء حکومت سندھ کے سیکریٹری برائے شعبہ استعمال زمین کی بدنیتی پر مبنی ہے جو غیرقانونی اور غیرمجازی بھی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دیہہ چوبار میں این اے کلاس نمبر 106 کی 300 ایکڑ زمین شہید ذوالفقار علی بھٹو انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کو الاٹ ہوچکی تھی، جس میں سے نیسلے پاک کے لیے 20 ایکڑ کا یہ چھوٹا قطعہ زمین الگ کیا گیا تھا۔

سندھ ہائی کورٹ میں پلانٹ کے قیام اور تعمیر کے خلاف مختلف وجوہات کی بناء پر

نیسلے پاک مالی فوائد کے لیے قدرتی وسائل کا استحصال کر رہا ہے، کیونکہ وہ زیرزمین پانی کو ٹیوب ویلوں کے ذریعے حاصل کرے گا اور اس طرح زیرزمین پانی کا یہ ذخیرہ جلد ہی خشک ہو جائے گا اور یہ ماحولیاتی تباہی اور قدرتی ذرائع کا غیرمستحکم استعمال ہوگا

اعتراضات دائر کیے گئے۔ ان میں پاکستان تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997ء کی دفعہ 12 کی خلاف ورزی اور زیر زمین موجود پانی کے وسیع ذخیرے کے مفت استعمال کے اعتراض بھی شامل تھے، کیونکہ یہ صورتحال تعلیمی شہر میں سرمایہ کاری کرنے والی تنظیموں اور اس علاقے میں قائم ہونے والے دیگر اداروں کو پانی کی دستیابی میں سنجیدہ رکاوٹ پیدا کرسکتی ہے۔

نیسلے پاک مالی فوائد کے لیے قدرتی وسائل کا استحصال کررہا ہے، کیونکہ وہ زیر زمین پانی کو ٹیوب ویلوں کے ذریعے حاصل کرے گا اور اس طرح زیر زمین پانی کا یہ ذخیرہ جلد ہی خشک ہوجائے گا۔ اور یہ ماحولیاتی تباہی اور قدرتی ذرائع کا غیر مستحکم استعمال ہوگا۔ جیسا کہ صاف ظاہر ہے کہ زیر زمین پانی کی دستیابی اور اس کا تجارتی استعمال ہی اس علاقے میں ان کی دلچسپی کا باعث بنا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ نیسلے پاک لمیٹڈ نے قانون نہر و نکاس آب 1873ء کی دفعہ 16 اور 20 کے تحت ضروری اجازت نامہ حاصل نہیں کیا۔ مزید برآں نیسلے پاک نے کے بی سی اے سے اجازت حاصل کیے بغیر ہی تعمیری کام کا آغاز کردیا۔ ایس بی سی او آرڈی نینس کی دفعہ A-7 کے تحت غیر قانونی تعمیر سربہ مہر کی جاسکتی ہے اور اسے منہدم بھی کیا جاسکتا ہے۔

علاقے میں فیکٹری کی تعمیر صحت اور تعلیمی اداروں کے لیے مکمل طور پر وبال جان اور باعث زحمت ثابت ہوگی، کیونکہ اس سے ٹریفک کا اژدہام پیدا ہوگا، جو لازمی طور پر حادثات کا باعث بنے گا، جبکہ اچھی تعلیم اور صحت کے لیے پرسکون خاموش اور اطمینان بخش ماحول کی ضرورت ہے۔ یہ دیگر صنعتی یونٹوں اور فیکٹریوں کے لیے ایک پیش خیمہ ثابت ہوگی اور تعلیمی شہر بڑی آسانی سے ایک اور صنعتی زون میں تبدیل ہو جائے گا۔ تعلیمی شہر کا پورا علاقہ بری طرح آلودہ۔ ضرورت سے زیادہ گنجان آباد، خطرناک اور غلیظ علاقہ بن جائے گا۔

آخر میں زور دیا گیا کہ اداروں کو اگر یہ علم ہو کہ اس زمین کو صنعتی اور کاروباری سرگرمیوں کے لیے استعمال کرنے کی اجازت مل جائے گی تو وہ یہاں کبھی بھی کسی قسم کی سرمایہ کاری نہیں کریں گے۔

اس لیے یہ استدعا کی گئی کہ مدعاعلیہ نمبر(1) کو حکم دیا جائے کہ اس کا این اے کلاس نمبر 106۔ دیہہ چوہار۔ کراچی پر کوئی حق۔ استحقاق یا واسطہ نہیں ہے۔ نیسلے ملک پاک کے خلاف یہ ہدایت بھی طلب کی گئی کہ وہ این اے کلاس نمبر 106 دیہہ چوہار کراچی میں 20 ایکڑ زمین کا قبضہ فوری طور پر چھوڑ دے اور 12 نومبر 2003ء کو ہونے والے تمام معاہدے منسوخ کیے جائیں اور ملکیت کی دیگر دستاویزات کی منسوخی کی بھی درخواست کی گئی۔

مزید وضاحت بھی چاہی گئی کہ مدعاعلیہ نمبر(1) نیسلے ملک پاک لمیٹڈ دیہہ چوہار کراچی میں کوئی صنعتی یونٹ یا فیکٹری قائم یا تعمیر نہیں کرسکتے۔ اور ایسا کرنے سے انہیں باز رکھا جائے۔ ایک اور وضاحت بھی چاہی گئی کہ دیہہ چوہار کراچی میں تعلیمی شہر کی زمین صرف تعلیمی یا صحت کی خدمات کے لیے الاٹ کی جائے اور یہ کہ تمام الاٹمنٹ بیان کردہ شرائط اور ضروری قانون اور ضابطوں کے مطابق ہونے چاہئیں۔

بھارتی ریاست کیرالا میں پروموتی گراما پنچائیت نے ریاست کیرالا اور کوکا کولا بیوریج پرائیویٹ لمیٹڈ اور دیگر کے خلاف کیرالا ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن دائر کی تھی جس کا حوالہ بھی دیا گیا۔ 2003ء کی اس رٹ پٹیشن نمبر 3492 کا فیصلہ کے۔ بالاکرشنن نائر جج نے دیا تھا۔ جس کے تحت کوکا کولا کمپنی کے لائسنس کی منسوخی کو درست قرار دیا گیا تھا، کیونکہ مذکورہ کمپنی زیر زمین پانی کا بے دریغ استعمال کر رہی تھی جس کے نتیجے میں پروموتی پنچائیت اور آس پاس کے علاقے میں پینے کے پانی کی شدید قلت واقع ہوگئی تھی۔

کیا پنچائیت کا کمپنی کو زیر زمین پانی کو نکالنے کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ قانونی ہے؟ اس نقطے کا جائزہ لینے کے بعد ایک تفصیلی فیصلہ سامنے آیا جو درج ذیل ہے۔

''زیر زمین پانی قومی دولت ہے اور یہ پورے معاشرے کی ملکیت ہے۔ یہ آب حیات ہے اور زمین پر زندگی کو جاری وساری

تاریخی فیصلہ

اس حکم کے ذریعے میں سی ایم اے نمبر 3717/2004 زیر حکم xxxix رولز نمبر 1 اور 2 کو مرتب کرنے کی تجویز دیتا ہوں۔ اسے دفعہ 151 سی پی سی کے ساتھ پڑھا جائے۔ یہ مقدمہ مدعاعلیہان کی جانب سے دائر ہوا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ مدعاعلیہ نمبر (1) (نیسلے ملک پاک لمیٹڈ) کو دیہہ چوہار کراچی کے علاقے میں جو تعلیمی شہر کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ پانی کی بوتلوں کی فیکٹری لگانے اور اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی تعمیرات کرنے سے باز رکھا جائے، کیونکہ یہ تعلیمی اور صحت کے استعمال کے برخلاف ہے۔ جس کے لیے مذکورہ زمین کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ دوسری درخواست سی ایم اے نمبر 5343/2004 مدعاعلیہ نمبر (1) کی جانب سے زیر حکم xxxix رول نمبر 4 آر/ڈبلیو۔ دفعہ 151 سی پی سی دائر کی گئی تھی جس میں حکم امتناعی بتاریخ 24 مئی 2004ء کو واپس لینے کی استدعا کی گئی تھی جس کے ذریعے مدعاعلیہ نمبر (1) (نیسلے ملک پاک لمیٹڈ) کو علاقے میں بوتلوں کا پلانٹ لگانے کے سمیت ہر قسم کی تجارتی/صنعتی سرگرمیوں سے باز رکھا گیا تھا۔ ان دونوں درخواستوں کی تائید میں دونوں متعلقہ فریقوں کی جانب سے حلف نامے داخل کیے گئے جنھیں مزاحمتی حلف ناموں اور جواب الجواب کے ذریعے متنازعہ بنا دیا گیا، کیونکہ ان دونوں درخواستوں کا نتیجہ ایک ہی ہوتا ہے اس لیے اس حکم واحد کے ذریعے ان دونوں درخواستوں کو خارج کیا جاتا ہے۔

ایس۔ علی اسلم جعفری
جج، ہائیکورٹ آف سندھ

اعلان اسٹاک ہوم 1972ء کے اصول 2 کا حوالہ دیا گیا جو ذیل میں حاضر ہے: "زمین کے قدرتی ذرائع جن میں ہوا، پانی، زمین، نباتات، جانور خصوصاً قدرتی ماحولیاتی نظام کے نمائندہ نمونوں کی حفاظت لازم ہے تاکہ محتاط منصوبہ بندی یا انتظام جو بھی مناسب ہو اس سے موجودہ اور مستقبل کی نسلیں فائدہ اٹھا سکیں۔"

رکھتا ہے۔ پانی کے بغیر یہ زمین صحرا ہوگی۔

مدعاعلیہ نمبر (2) کے معزز سینئر وکیل نے گزارش کی ہے کہ اس وقت زیرِ زمین پانی کے استعمال یا کنٹرول کے انتظام کے لیے کوئی قانون موجود نہیں ہے اور کیرالا گراؤنڈ واٹر (کنٹرول اینڈ ریگولیشن) ایکٹ 2002 ابھی تک نافذ نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ سینئر وکیل نے گزارش کی ہے کہ مدعاعلیہ (2) کسی بھی مقدار میں اس زیرِ زمین پانی کو نکالنے کے لیے آزاد ہے جو اس کی ملکیتی زمین کے نیچے دستیاب ہے۔ یہ کہا گیا کہ ایک اچھے ہمسائے ہونے کی حیثیت سے شاید یہ اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ زیرِ زمین پانی کا ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کرے، جس سے پڑوس میں رہنے والے دیگر افراد متاثر ہوں۔ قانونی طور پر مدعاعلیہ نمبر (2) کے زیرِ زمین پانی کو نکالنے کے حق پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ قانون کی حاکمی فرد کے ہر اس عمل کو تحفظ دیتی ہے۔ جس کی قانون میں ضروری ممانعت نہ ہو، چنانچہ زیرِ زمین پانی نکالنے کا بلاروک ٹوک حق کا مطالبہ کیا گیا۔

بھارت کی سپریم کورٹ کے ایک اور مقدمے ریاست تامل ناڈو بمقابلہ ہندوستان (1981)(2)(ایس سی 205) صفحہ 212 کا حوالہ بھی دیا گیا جو درج ذیل ہے۔

"دریا۔ جنگلات۔ معدنیات اور ایسے دیگر تمام ذرائع ایک قوم کی قدرتی دولت کو مرتب کرتے ہیں۔ ان ذرائع کو کسی ایک نسل کے ہاتھوں بلاروک ٹوک اور بے دریغ استعمال ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ہر نسل کی یہ ذمہ داری ہے کہ آئندہ نسلوں کے لیے وہ قوم کے قدرتی ذرائع کو بہترین طریقے پر ترقی دے اور ان کا تحفظ کرے۔ یہ نوع انسانی کے مفاد میں ہے۔ یہ قوم کے مفاد میں ہے۔ درج بالا بحث کے نتیجے میں عدالت یہ سمجھتی ہے یہ مدعی کے حق میں ایک حکم امتناعی کا مقدمہ بن گیا ہے۔ سہولت کا توازن بھی ان کے حق میں معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اگر ایک دفعہ اتنی بڑی مقدار میں پانی نکالنے کے عمل کی اجازت دی گئی تو ہر دن۔ ہر گھنٹے اور ہر منٹ زیرِ زمین پانی کا ذخیرہ تیزی سے معدوم ہونے لگے گا اور مدعی کا زیرِ زمین پانی کو اپنی اصل و جائز ضروریات کے مطابق استعمال کرنے کا حق بری طرح متاثر ہوگا۔ جس سے انہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

انجام کار سی ایم اے نمبر 3717/2004 مل گیا اور عبوری حکم بتاریخ 24 مئی 2004ء جس میں وقتاً فوقتاً توسیع ہوتی رہی تھی اس مقدمے تک مستقل ہوگیا۔ اس دوران مدعاعلیہ نمبر (1) (نیسلے ملک پاک لمیٹڈ) کو علاقے میں بوتلوں کا پلانٹ لگانے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی تجارتی/صنعتی سرگرمیوں سے باز رہنے کا حکم دیا گیا نتیجتاً سی ایم اے نمبر 5343/2004 جو مدعاعلیہ نمبر (1) کی جانب سے دائر کیا گیا تھا خارج کردیا گیا۔ ❀❀❀

بقیہ: شہری سیمینار

ماہرین کی ایک بڑی تعداد بشمول نعیم بخاری (شہری)، نورالدین احمد (سول انجینئر)، مشتاق داؤد (اسٹرکچرل انجینئر) اور قاضی فائز عیسیٰ نے بلڈنگ قوانین اور ان کے معیار سمیت بعض پُراندیشہ تنقیدی مسائل کی نشاندہی کی۔ مقررین نے شہری عہدوں مثلاً ریلیف کمشنر اور تعمیر اور بحالی کے کام کے اداروں میں فوجی افسران کی تعیناتی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ اس عمل نے فوج کے تصور کو داغ دار بنا دیا ہے۔ انہوں نے دلائل دیئے کہ مہارتوں اور علم کے حامل شہری ان فرائض کو بہتر انداز میں سرانجام دے سکتے تھے۔

زلزلائی قوانین تیار کیے جائیں جن میں زلزلائی خدشات کی سطح، عمارات کی اقسام اور تعمیر میں استعمال ہونے والے سامان اور طریقوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی ڈیزائننگ اور عمارتی ساخت کی تفصیلات شامل ہوں

انہوں نے کہا اس مشق اور رویئے کے باعث شہری معاشرے اور فوج کے درمیان ایک خلیج پیدا ہوگئی ہے اور جس سے معاشرے میں بدعنوانی کو فروغ ملا ہے۔ ملک میں زلزلائی خطے کا نقشہ تیار کیا جائے جسے امکانی شدت کی رو سے مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

انہوں نے یہ تجویز کیا کہ زلزلائی قوانین تیار کیے جائیں۔ جن میں زلزلائی خدشات کی سطح۔ عمارات کی اقسام اور تعمیر میں استعمال ہونے والے سامان اور طریقوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی۔ ڈیزائننگ اور عمارتی ساخت کی تفصیلات شامل ہوں۔ دراصل تعمیر میں ان قوانین وضوابط کے نفاذ کے لیے کوئی طریقہ کار بھی وضع ہونا ضروری ہے اور کسی صورت میں بھی ان تعمیراتی قوانین وضوابط کی موزونیت اور صحت استعمال کو قابلِ مستثنیٰ قرار دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے خصوصاً سرکاری عمارات سمیت اسکولوں کو ہرگز مستثنیٰ نہیں ہونا چاہیے۔

مقررین نے اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ اگر ساخت کے ڈیزائن میں کسی تجاوز یا انحراف کی ضرورت ہو تو تعمیر کا کام فوری طور پر روک دینا چاہیے اور نافذ ہونے والے قوانین وضوابط پر مکمل عملدرآمد کی یقین دہانی کے بعد نئے ڈیزائن کی منظوری حاصل کی جائے اس کے بعد ہی دوبارہ کام کا آغاز کیا جائے۔

مقررین نے یہ مشورہ بھی دیا کہ بالائی چھت یا زمینی منزل یا تہہ خانے کی تعمیر کھلی ہو اور یہ جگہ پارکنگ یا اسٹوریج کے لیے استعمال کی جارہی ہو تو اس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے کیونکہ ایسی عمارات زلزلے کے جھٹکوں میں انتہائی غیر محفوظ ثابت ہوتی ہیں۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایسی تعمیر کی اجازت نہیں ملنی چاہیے جہاں عمارات ایک دوسرے سے ملحق ہوں، کیونکہ طاقتور زلزلے کی صورت میں وہ ایک دوسرے پر آگریں گی اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوسکتی ہیں۔

انہوں نے مزید سفارش کی کہ عمارتوں کی بناوٹ۔ جسامت اور ساختی نظام میں ساختی ترتیب اور اجزا کا معیاری ہونا ضروری ہے یہ اس حد تک بوجھ اٹھائیں گے کہ یہ سکون اور جمود کی قوتوں کی زمین تک ایک براہ راست اور بلارکاوٹ بہاؤ کو یقینی بنائیں۔ اسی لیے تغیر وتبدل کے بغیر یکساں طور پر منقسم مادے یا مواد کے ساتھ تناسب اور موزونیت کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔

(ریحانہ افتخار)

شہری سی بی ای کا پندرہواں سالانہ اجلاس

منعقدہ 4 جون 2005ء (شہری دفتر)

شہری سی بی ای کا سالانہ اجلاس عام منعقدہ 4 جون 2005ء بمقام شہری آفس مندرجہ ذیل ایجنڈے پر بحث کے لیے منعقد ہوا

شہری سرگرمیاں

شہری رپورٹ

شہری سی بی ای کا پندرہواں سالانہ عام اجلاس مندرجہ ذیل ایجنڈے پر بحث کے لیے منعقد ہوا۔

1- 21 اگست 2004ء بروز ہفتہ کو منعقد ہونے والے چودھویں سالانہ عام اجلاس کی کارروائی کی روداد کی تصدیق کرنا۔

2- سوسائٹی کے طریق کار سے متعلق سالانہ رپورٹ کو اختیار کرنا۔

3- 31 دسمبر 2004ء کو ختم ہونے والے عرصے کے لیے اکاؤنٹس کے آڈٹ شدہ گوشواروں کو اختیار کرنا۔

4- سال 2005ء کے آڈیٹروں کی تقرری اور ان کے معاوضے کا تعین کرنا۔

5- شہری سی بی ای ایسوی ایشن کی دفعات میں ترامیم اختیار کرنا اور تصدیق/توثیق کرنا اور اس کی تصدیق و توثیق کے لیے خصوصی قرارداد پاس کرنا۔

6- چونکہ یہ انتخابات کا سال ہے اس لیے سالانہ عام اجلاس کے بعد انتخابات کا انعقاد ہوگا تاکہ نئی مجلس عاملہ منتخب کی جاسکے اور نئی مجلس عاملہ کے ناموں کا اعلان کیا جائے۔

7- صدر کی اجازت سے دیگر امور پر بحث۔

واجبات (ممبرشپ) کی ادائیگی۔

شہری سی بی ای کی مجلس عاملہ میں اگلے دو برسوں کے لیے منتخب ہونے والے ارکان مندرجہ ذیل ہیں۔

چیئرپرسن:
رولینڈ ڈی سوزا

وائس چیئرپرسن:
ڈاکٹر ایس۔ رضا علی گردیزی

جنرل سیکریٹری:
امبر علی بھائی

خزانچی:
شیخ رضوان عبداللہ

ارکان:
خطیب احمد
حنیف اے ستار
ڈیرک ڈین

زلزلے کے بعد

بنیادی ڈھانچے کی ازسرِنو تعمیر

مستعد منصوبہ بندی لازمی ہے

نجمہ صادق

کولوریڈو یونیورسٹی کے ماہرارضیات راجربلھم نے کہا تھا کہ جنوبی ایشیا میں ایک بڑا زلزلہ آنے والا ہے صاف ظاہر ہے کہ جن افراد کو اس پیشگوئی پر توجہ دینی چاہیے تھی انھوں نے اسے درخوراعتنا نہیں سمجھا

ایک قیامت خیز المیہ ریاست کی قلعی کھول دیتا ہے کہ وہ اپنے لوگوں خصوصاً غیرمراعات یافتہ طبقے کی دیکھ بھال کس طرح کرتی ہے۔ آفت سے نمٹنے کے لیے ان کو معلومات سے کس حد تک لیس کرتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ شمالی علاقوں کو زلزلے نے جس شدت کے ساتھ متاثر کیا ہے اس سے ترقی یافتہ ملک کا بھی بنیادی ڈھانچہ تباہ و برباد ہوسکتا تھا۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ متاثرہ علاقے سیسمک فالٹ لائن پر واقع ہیں اور یہاں زلزلے کے جھٹکے آتے رہتے ہیں۔ مٹی کے تودے اور چٹانیں گرتی رہتی ہیں۔ جنگلات کی کٹائی نے صورتحال کو مزید خرابی سے دوچار کیا ہے۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب کولوریڈو یونیورسٹی کے ماہرارضیات راجر بلہم نے کہا تھا کہ جنوبی ایشیا میں ایک بڑا زلزلہ آنے والا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جن افراد کو اس پیشگوئی پر توجہ دینی چاہیے تھی۔ انہوں نے اسے درخوراعتنا ہی نہیں سمجھا۔ اگرچہ کہ ماہرارضیات کے اس مطالعے کی بنیاد سیٹلائٹ ڈیٹا پر تھی۔ انہوں نے علاقے کی گزشتہ 30 برس کی سیسمک تاریخ کا دوبارہ جائزہ لیا تھا اور اس بات کو دہرایا تھا کہ انڈین ٹیکٹونک پلیٹ دو سینٹی میٹر سالانہ کے حساب سے یوریشین پلیٹ کو شمال کی جانب مسلسل دھکیل رہی ہے۔

بظاہر یہ سب کچھ بے ضرر معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں مربع میل پر پھیلے ہوئے علاقے کو بری طرح متاثر کرنے والا یہ ایک خوابیدہ لیکن متحرک دیو ہے۔ آخر دباؤ اور تناؤ چٹانوں کے ٹوٹنے کا باعث بنتے ہیں تو انڈین پلیٹ اچانک آگے کو دھکیلتی ہے جس کا نتیجہ زلزلے کی صورت میں نکلتا ہے اور شمالی علاقوں میں یہی کچھ ہوا ہے۔

شمالی علاقوں کے قدیم ہنرمند کاریگر اور بلڈر اپنے صدیوں پرانے علم اور معلومات کی بدولت یہ جانتے تھے کہ وہاں ایسے مکانات تعمیر ہونے چاہئیں جو زلزلے کے جھٹکوں کو سہار سکیں۔ لیکن شہروں کے جدید طرز کے خوبصورت مکانات کی طرزتعمیر نے مقامی لوگوں کو ایسا متاثر کیا کہ انہوں نے اپنے قدیم علم کو طاق پر رکھ دیا اور وہ بھولی بسری داستان بن گیا۔

ان علاقوں میں جہاں بھی معاشی حالات نے اجازت دی خصوصاً جہاں گھر کے مرد بہتر مستقبل کے لیے غیرممالک چلے گئے وہاں لوگوں نے شہروں کی طرح کنکریٹ کی سیدھی چھتوں اور بھاری بھرکم دیواروں والے نئے مکانات تعمیر کرلیے یا جدید طرز کو اپناتے ہوئے پرانے مکان میں توسیع کی۔ جدت کی تلاش میں بہت سے لوگوں نے زمین کو تھامنے کے لیے لکڑی کے فریم اور پلال کی دیواروں کا استعمال ترک دیا۔ حالانکہ ان کے گرنے کی صورت میں کسی کی موت کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ پہلے تو پتھر کے بلاکوں کو بالکل نچلے حصے میں چندفٹ تک استعمال کیا جاتا تھا تاکہ ان پر بقیہ دیواریں مضبوطی سے کھڑی ہوسکیں۔ بعد میں معاشی مجبوریوں کے ساتھ ساتھ لاعلمی کے باعث کنکریٹ بلڈنگ میٹریل کا معیار اور تناسب متاثر ہوئے۔ جس کی وجہ سے ان مکانات کی مضبوطی اور پائیداری بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

مالی وسائل کے باعث کبھی کبھار مٹی، لکڑی اور پلال کی چھتوں کی جگہ نالی دارٹن کی چادریں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ مٹی کی دیواریں اور پلال کی چھت سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں اتنی ٹھنڈی رہتی ہیں کہ پنکھوں کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس کے برعکس ٹن کی چھتیں تیز دھوپ میں گھر کو گرم کردیتی ہیں اور سردی کو بھگانے میں بھی ناکام رہتی ہیں۔ کنکریٹ کی چھتیں ڈالنے کی جن میں سکت ہے وہ ان چھتوں کے زمین بوس ہونے کی صورت میں سر کی چوٹوں اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا خطرہ مول لیتے ہیں اور اس آفت اور سانحے میں بالکل یہی کچھ ہوا ہے۔ یہ اس لیے بھی کہ اب دیواریں اس نمونے پر تعمیر نہیں ہوتیں کہ زلزلے کے جھٹکے آنے پر وہ اندر کی بجائے باہر کی جانب گریں۔ لیکن پھر کسی نے انہیں بہتر مشورہ بھی تو نہیں دیا۔

گزشتہ 200 برسوں میں 2100 کلومیٹر کے ہمالیائی خطے میں پانچ

بڑے زلزلے آچکے ہیں لیکن پاکستان نے کبھی بھی سنجیدگی کے ساتھ خود کو ایسے حادثات سے نمٹنے کے لیے تیار نہیں کیا۔ اگرچہ کہ یہ انتہائی پرخطر علاقے میں واقع ہے۔ بہت سے ممالک روایتی آزمودہ اور زلزلے سے محفوظ ٹیکنالوجی کو مزید ترقی دینے کی بجائے انہیں متروک کر رہے ہیں اور ان کی جگہ کنکریٹ تعمیرات کو ترجیح دے رہے ہیں جو پہاڑی علاقوں کے لیے کسی طرح بھی موزوں اور مناسب نہیں ہیں۔

گزشتہ صدی میں زلزلے سے ہونے والی اموات اور نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ 2000ء میں آئی کوسموس نے ترکی میں ''روایتی عمارات کی سیسمک کارکردگی'' کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا تھا۔ ترکی اکثر و بیشتر زلزلوں کا نشانہ بنتا رہتا ہے۔ اس کانفرنس کے انعقاد میں یونیسکو اور دیگر ڈونروں نے بھی تعاون کیا تھا۔ اس کا مقصد پہاڑوں پر محفوظ تعمیرات کے مناسب علم کو اجاگر کرنا تھا جو ریکٹر اسکیل پر اعلیٰ درجے کے جھٹکوں کو اگر سہار نہ سکیں تو لوگ نسبتاً کم تعداد میں موت کا شکار اور زخمی ہوں۔ ان باتوں کی نشاندہی بھی کی گئی کہ ماضی کی کن چیزوں کو برقرار رکھا جاسکتا ہے مستقبل کے لیے مقامی اور علاقائی ارضی صورتحال، دستیاب خام مال، ضرورتوں اور ثقافت کے مطابق انہیں ممکنہ حد تک کس طرح مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے اور جانی و مالی نقصان سے کس حد تک محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

اب جبکہ بحالی اور نو آبادکاری کے لیے ہر طرف سے امداد آرہی ہے تو یہ بہت ضروری ہوگیا ہے کہ بحالی اور نو آبادکاری پر خرچ ہونے والی اس بڑی رقوم کے لیے بہت سوجھ بوجھ سے کام لیا جائے اور سخت رہنما اصول وضع کیے جائیں۔ کیونکہ آفت، سانحات جیسے جنگیں وغیرہ بنیادی ڈھانچے کی دوبارہ تعمیر کے لیے بڑے پیمانے پر معاہدوں کے مواقع مہیا کرتے ہیں۔ اس لیے منصوبہ بندی اور تعمیر کے لیے ہر مرحلے پر سخت نگرانی اور چھانٹی کے عمل کو برقرار رکھنا ہوگا۔

جنوبی ایشیا، مشرق قریب اور مشرق وسطیٰ میں بدترین زلزلوں اور ان کے بعد اٹھائے جانے والے بحالی کے اقدامات کی کیس اسٹڈیز پیش کی گئیں ہیں۔ ان میں مہاراشٹر (انڈیا) میں 1993ء میں آنے والے زلزلے کی کیس اسٹڈی ایک مثال پیش کرتی ہے کہ ''کیا نہ کیا جائے، اور کیسے نہ کیا جائے''۔

عالمی بینک نے زلزلہ زدگان کی بحالی اور نو آبادکاری کے لیے قرضے کی پیشکش کی ہے جو ایک براخیال ثابت ہوگا۔ کیونکہ بیسویں صدی کے طرز کی ٹیکنالوجی پہاڑوں کے حالات سے کسی طرح بھی میل نہیں کھاتی۔ حالانکہ عالمی بینک یہ قرضہ کم شرح سود پر فراہم کرے گا جس کی مدت ادائیگی 30 برس پر محیط ہے اس کے علاوہ مہلت کے 10 برس مزید مل سکتے ہیں۔ ابتداء میں اندازہ تھا کہ بحالی کے لیے 2 ارب روپے کی ضرورت ہوگی اب یہ رقم بڑھ کر 12 ارب روپے ہوگئی ہے۔ 52 گاؤں ایسے ہیں جہاں 70 فیصد مکانات تباہ ہوچکے ہیں اور ان کے لیے 27,000 نئے مکانات کو تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔

تباہ ہوجانے والی عمارتوں اور مکانات کو کیا ہوگا؟ کیونکہ ہمارے شمالی علاقوں کے شہروں (مظفرآباد سمیت) کے باسیوں میں بہت کم ایسے ہوں گے جو ان کی دوبارہ تعمیر کی سکت رکھتے ہیں۔ لوگ ایسے ماہرین تعمیرات سے مشورہ کرسکتے ہیں جو زلزلے سے محفوظ ٹیکنالوجی کا علم رکھتے ہیں۔ وہ ان سے اپنے مکانات کے ڈھانچے کی کیفیت کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں جو کمزور پہلو میں ان کو تقویت دے سکتے ہیں۔ خصوصاً بلند و بالا عمارات میں جہاں سے زلزلے کے دوران باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ حکومت کو بھی اپنی معتبریت، اعتبار اور ساکھ کو قائم کرنا ہوگا۔ جب کرتا دھرتا بے ایمان اور غفلت سے صاف بچ نکل جائیں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حکومت دودھ سے دھلی ہے۔ مارگلہ ٹاورز کا باب ہم سب کے سامنے ہے۔

ایک بستہ باقی ہے

کہاں پر کھوگئی اسکول کی گھنٹی
کہ جو گھنٹی کا اک اعلان بن کر
ان گنت چہروں کو مہکاتی
فقط اک موت کی آواز ہے
جس نے
ابدی نیند کے سائے میں سب کو لے لیا
نہ اب اسکول کی گھنٹی،
نہ وہ بوڑھا سا چوکیدار باقی ہے
تو پھر اے دوستو!
کیا اب کوئی آثار باقی ہے؟
نہیں، کوئی نہیں
فقط اک پنسل ہے، ایک بستہ ہے
جو باقی ہے، تو آؤ
اک نیا اسکول پھر کھولیں
مگر پنسل ہے،
بستے سے اسکول کہاں کھلتے ہیں
تو جاؤ، پھر دوبارہ کرتے بچوں کو
لے آؤ، کیا تو تھا
مگر اس گاؤں میں کوئی بھی اب بچہ نہیں باقی
فقط ایک پنسل ہے، ایک بستہ ہے جو باقی ہے
مگر پنسل سے بستے سے کہاں اسکول کھلتے ہیں

(ڈاکٹر ہلال نقوی)

دنیا بھر میں زلزلے کے علاقے کے باسیوں سے اشارہ اور ہدایت کچھ بھی لے سکتے ہے کہ گھر میں پہلے سے موجود ایسی بہت سی اشیاء ہوتی ہیں جنھیں فوری طور پر کام میں لایا جاسکتا ہے جو نسبتاً سستی پڑتی ہیں اور اضافی خرچ بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک مضبوط کھانے کی میز کی ضرورت ہے جس کے مضبوط راٹ آئرن کے پائے ہوں۔ بالائی حصہ شیشے یا ماربل کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

میز کی سطح کا مضبوط ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اس کی لکڑی کی مضبوط بھاری بھرکم ٹانگوں کا ہونا اہم ہے، کیونکہ لوگوں کو لمحہ بھر میں بھاگ کر اس کے نیچے پناہ لینی ہوگی۔ عمارت زمین بوس ہوتی ہے تو (خصوصاً بلند و بالا عمارات میں رہنے والے تیزی سے نیچے نہیں اتر سکتے) تو انہیں میز کے نیچے غیر معینہ وقت کے لیے پناہ لینی ہوگی۔ میز کے نیچے پانی کی چند بوتلیں اور بسکٹ کے چند پیکٹ رکھنے کی عادت کو اپنانے کا خیال بھی کچھ ایسا برا نہیں ہے۔

(بشکریہ: روزنامہ 'ڈان')

❀❀❀

ش۔ فرخ

موسموں اور زلزلوں کی صنعت کاری

موسم بہت بڑی طاقت ہے یہ جب کسی کے ہاتھ میں آجائے تو وہ اپنے دشمن کی فصلوں کو برباد کر کے دنیا بھر کی معیشت میں دخل اندازی کر سکتا ہے

ہماری ملکی تاریخ میں ایک اندوہناک موڑ آیا، زمین ایسی لرزی کہ پوری قوم دہل گئی، ایک غریب ملک مزید غریب ہوگیا۔

چند ماہ قبل سونامی کے زلزلے کے بعد بنگلہ دیش میں ایک کانفرنس کے اختتام پر مندومین تھا کہ ایئرپورٹ جانے والی بس میں سوار تھے۔ میرے قریب سری لنکا کی ایک مندوب بیٹھی تھیں۔ میں نے ان کے اہل خانہ کی خیریت دریافت کی۔ ساتھ ہی یہ جملہ منہ سے نکلا ''مجھے یہ طوفان فطری نہیں لگتا''۔

اس وقت تک اس ضمن میں میری معلومات صفر تھی۔ وہ تو محض میرا وہم تھا۔ سری لنکا کی مندوب نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ سر ہلا کر خاموش ہوگئیں۔ وقت بھی نہیں تھا کہ کسی بحث میں الجھتے۔ حالانکہ وہ پڑھے لکھے ملک میں رہتی ہیں۔ ان کے ہاں شاید اس قدر سادہ لوح عورتیں نہ ہوں جیسی وہ میری ہم وطن جو پاکستان میں زلزلے کے بعد ٹی وی پر کہہ رہی تھیں بنگائی اتنی ہوگئی ہے، پھر یہ جو کیبل چلتی ہے، تباہی تو ہونی ہی تھی''۔

ان تمام دنوں میں، میں بھی اور بہت سے لوگوں کی طرح ٹی وی اور اخبارات میں الجھی رہی۔ دل میں بار بار ایک ہوک سی اٹھتی کہ یہ زلزلہ فطری نہیں ہے۔ کہیں سے مجھے اس کی تائید نہیں ملی۔ کوئی کچھ نہیں لکھ رہا۔ سوائے ہمدردیاں جتلانے کے۔ ٹھیک بھی تو ہے سر دست قوم کی اولین ترجیح یہی ہے کہ زلزلے کے متاثرین کو غذا، دوا اور پناہ فراہم کی جائے۔

مجھے سڈنی شیلڈن کا نیا ناول ''کیا تم تاریکی سے خوفزدہ ہو'' کی تلاش تھی۔ میں اسے کتابوں کی الماریوں میں ڈھونڈتی رہی۔ نہیں ملی۔ بالآخر دوپہر میں گاڑی نکالی اور یونیورسٹی روڈ پر ریڑھیوں کے کتب بازار سے ناول کی ایک اور کاپی لے آئی۔ سڈنی شیلڈن کہانی کار ہے۔ وہ فاکنر کا نکیا مارکیز کے پائے کا ادیب نہیں ہے لیکن ہر بار اس کے پاس ایک دھڑکتی ہوئی اسٹوری لائن ہوتی ہے۔ اس ناول میں اس نے سائنسی دہشت گردی کی کہانی لکھی ہے۔ ناول کا ایک کردار کہتا ہے ''موسم اب ہمارے اختیار میں ہے۔ ہم چاہیں تو فلوریڈا کی شدید گرمی کے موسم میں ژالہ باری کردیں۔ ہمارے ہاتھ میں اب ایسی ٹیکنالوجی ہے کہ طبعی دنیا ہماری گرفت میں آگئی ہے۔ جرمنی میں قحط پڑا، تقریباً ایک سو اموات ہوئیں اور کئی ملین ڈالرز کی فصلیں تباہ ہوگئیں۔ یورپ میں آئے دن طوفان آتے رہتے ہیں۔ دنیا بھر میں لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ کرہ ارض کا توازن بگڑنا شروع ہوگیا ہے۔ گوئٹے مالا، پیرو، میکسیکو اور اٹلی میں آنے والے طوفانوں سے سائنس دان بوکھلا گئے ہیں۔ پرتگال ایک چھوٹا سا ملک ہے، جس کے دریا سمندر میں گرتے ہیں۔ اگر وہاں مسلسل بارش ہوتی رہے تو ملک ڈوب جائے گا۔ شیلڈن کا کردار پرتگال کے صدر کو فون کرتا ہے۔ ''مجھے آپ کے ملک سے محبت ہے۔ میں اس کی بربادی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اگر تم یہ نہیں چاہتے کہ اذیت ناک طوفان تمہارے ملک کو دنیا کے نقشے سے مٹا دے تو تمہیں دو بلین ڈالر دینے ہوں گے۔ میں تمہیں پھر فون کروں گا''۔ صدر پرتگال نے فون پٹخ کر اپنی بیوی سے کہا ''کسی پاگل کو میرا ذاتی فون نمبر مل گیا ہے۔'' چند روز بعد پھر فون بجا۔ صدر نے اٹھایا اور چلایا ''تم میرا ملک تباہ کر رہے ہو، زمینوں میں سیلاب آیا ہے اور دیہات.....'' صدر کی آواز ہیجانی تھی ''یہ کب تک جاری رہے گا'' ٹیلی فون کی اس طرف سے آواز آئی ''تب تک کہ مجھے دو بلین ڈالر نہ مل جائیں''۔

یہ تمام باتیں کہانی نویس کے تخیل کی اختراع ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ 1978ء میں امریکہ نے وسکونسن کے چھ سے زائد ممالک میں مصنوعی موسلا دھار بارش کی تخلیق کا تجربہ کیا تھا۔ طوفان میں 175 میل فی گھنٹہ کی رفتار کی ہوائیں پیدا کی گئیں۔ اس تجربے پر 50 ملین ڈالر کے نقصانات ہوئے۔ اس دوران روس نے ایک ایسا سسٹم تیار کیا جس سے موسم میں غیر معمولی تبدیلیاں آئیں۔ خشک سالی، سیلاب اور طوفان آنے لگے۔ موسم بہت بڑی طاقت ہے۔ یہ جب کسی کے ہاتھ میں آجائے تو وہ اپنے دشمن کی فصلوں کو برباد کر کے دنیا بھر کی معیشت میں دخل اندازی کر سکتا ہے۔ روس اور امریکہ کے درمیان موسم کی صنعت کاری خطرناک حد تک بڑھ گئی تو ان دونوں طاقتوں کے مابین 1977ء میں ایک معاہدہ طے پایا کہ وہ بہیمانہ مقاصد کے لئے موسم میں ترمیم نہیں کریں گے۔ یہ سب موسم کی باتیں ہیں مگر زیر زمین سے اٹھنے والے زلزلے!!!

ماہرین ارض کے مطابق زلزلہ اس حرکت کا نام ہے جو قشر ارض کے اندر ٹوٹ پھوٹ، شکنیں یا سلوٹیں پڑنے اور چٹانوں میں شگاف پڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے تمام براعظموں اور سمندروں میں زلزلے آتے رہے ہیں لیکن زمین کی موجودہ صورتحال مختلف نظر آتی ہے۔ یعنی زلزلوں کی تعداد میں اچانک اضافہ ہوا ہے۔ زلزلوں کی شدت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ زلزلوں کے مخصوص علاقوں کے علاوہ نئے علاقوں میں بھی زلزلے آنے لگے ہیں۔ چند زلزلوں میں باہمی تعلق نظر آتا ہے۔ ماہرین ارض حالیہ زلزلوں کے اسباب اس طرح بیان کرتے ہیں۔ زمین سے کئی ملین ٹن تیل اور گیس نکالی گئی۔ زمین سے کئی ملین ٹن معدنیات اور پتھر نکالے گئے اور زیر زمین نیوکلیئر ٹیسٹنگ اور زلزلوں کے درمیانی تعلق کو یہ مثالیں مضبوط کرتی ہیں۔ 19 جون 1992ء کو امریکہ نے نیواڈا ریاست میں زیر زمین نیوکلیئر ٹیسٹنگ کی جس کے 3 دن بعد 176 میل کے فاصلے پر مورژوا میں 7.6 ریکٹر کا زلزلہ آیا ایک جغرافیہ دان کا کہنا ہے کہ جغرافیائی حقائق اور خصوصی علاقوں میں نیوکلیئر ٹیسٹ کی تاریخوں میں مماثلت محض اتفاق نہیں۔ 20 جولائی 1976ء میں شمال مشرقی چین میں 8.2 ریکٹر کا زلزلہ آیا جس میں 8 لاکھ افراد جاں بحق ہوئے۔ اس زلزلے کے 5 دن پہلے فرانس نے بحرالکاہل میں ایک بم کی ٹیسٹنگ کی تھی، اس کے 5 دن بعد امریکہ نے نیواڈا میں ٹیسٹنگ کی جس کے 24 گھنٹے بعد چین میں شدید زلزلہ آیا۔ یہ معلومات حاصل کر کے میری ذہنی پریشانی مزید بڑھ گئی ہے۔ بہت سے سوال ذہن میں آرہے ہیں۔ جواب؟

(آئی پی ایس فیچر سروس)

❀❀❀

لاہور منشور کے ایک مختصر جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ ایک مکمل اور جامع دستاویز ہے جس میں ورثے کے تحفظ کے لیے اہم متنوع پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا تھا

پاکستان کے تاریخی اثاثوں کے تحفظ کے لیے قومی پالیسی

جبکہ ملک کے تاریخی اثاثوں کے تحفظ کے لیے قومی پالیسی کا مسودہ تیار کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں جنرل آف ریسرچ ان آرکیٹیکچر اور پلاننگ، این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی نے لاہور منشور کی نشاندہی کی ہے جو بطور مذکورہ قومی پالیسی کے استعمال کیا جاسکتا ہے

تحفظ ورثہ

شہری رپورٹ

پاکستان میں ورثے کے تحفظ کے لیے ایک قومی پالیسی تیار کرنے کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جارہا ہے۔ مقامی تنظیمیں بین الاقوامی کمیونٹی خصوصاً یونیسکو کے تعاون سے پاکستان میں ایک قومی سطح کی پالیسی بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں تاکہ پاکستان میں موجود قدیم عمارات کے ورثے کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔ ان واقعات اور اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹوں سے یہ تاثر اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں اب تک قومی سطح پر ورثے کے تحفظ کے لیے کوئی منشور یا پالیسی مرتب کرنے کی کوئی کوشش کبھی نہیں کی گئی۔ تحفظ اور ثقافتی ورثے کے مسئلے پر کام کرتے ہوئے ادارتی ٹیم کو ایک ایسی دستاویز ملیں جو محکمہ آثار قدیمہ میں گزشتہ پندرہ برسوں سے فائلوں میں دبی ہوئی تھی۔ کسی نے اس کے بارے میں چھان بین نہیں کی۔ کسی نے اس پر نظر نہیں ڈالی۔ اسے یکسر بھلا دیا گیا تھا۔ یہ قومی منشور برائے تحفظ و نگہداشت ثقافتی ملکیت۔ لاہور 1989ء ہے۔ اسے بطور منشور لاہور بھی جانا پہچانا جاتا ہے۔

اس دستاویز کی تخلیق اور بنیاد 1989ء میں رکھی گئی جب شعبہ آثار قدیمہ کے اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل نے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے قدیم عمارات کے تحفظ اور نگہداشت کرنے والے ماہرین کے لیے ایک تربیتی ادارے کے قیام کی کوشش کی۔ اس ادارے کا نام پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ٹریننگ اینڈ ریسرچ تھا۔ یہاں تاریخی عمارات اور ثقافتی ملکیت سے منسلک ماہرین کے لیے مختصر مدت کے کورسز کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس ادارے کے لیے جن نصابی کورسوں کی منصوبہ بندی کی گئی تھی ان میں اعلیٰ تربیت برائے تحفظ ثقافتی ملکیت کا کورس بھی شامل تھا۔ اس کا پہلا اجلاس ستمبر/دسمبر 1989ء میں پیش کیا گیا جب مشہور زمانہ سر برنارڈ فیلڈن شرکاء کو لیکچر دینے کے لیے لاہور تشریف لائے۔ منشور لاہور اسی کورس کے دوران مرتب ہوا تھا۔ کورس کے اختتام پر اس کے پہلے مسودے کو قومی سطح پر منظوری اور تسلیم کرنے کے لیے پیش کیا گیا بدقسمتی سے حکومت سے اس کی منظوری کے لیے کوشش نہیں کی گئی، چنانچہ یہ گمنام ہی رہا اور اسے پاکستان کے لیے تحفظ کے سرکاری منشور کی حیثیت سے کبھی بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔

لاہور منشور کے ایک مختصر جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ ایک مکمل اور جامع دستاویز ہے جس میں ورثے کے تحفظ کے لیے اہم متنوع پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا تھا۔ جس کی ابتداء تعریف اور وضاحت سے ہوتی ہے۔ پھر جسمانی اور مادی مداخلتوں پر بحث کرتے ہوئے اس میدان میں ماہرین کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ادراک کی تعمیر پر اختتام ہوتا ہے۔ لیکن اس دستاویز میں منشور کی کمزوریوں اور خلقی استعداد کے ایک تفصیلی جائزے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اس دستاویز کو سامنے لانے کا واحد مقصد ماہرین کے علم میں یہ لانا تھا کہ

منشور لاہور

منشور لاہور کو ملٹی ڈسپلنری کنزرویشن کورس اراکین کیا۔ اس کورس کا انتظام شعبہ آثار قدیمہ اور عجائب گھر کے ڈاکٹر احمد نبی نے کیا تھا۔ یہ تین ماہ کا کورس تھا جسے سر برنارڈ فیلڈن نے پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف آرکیولوجیکل ٹریننگ اینڈ ریسرچ میں مکمل کرایا۔ یہ ادارہ 1989ء میں لاہور کے قلعے میں قائم ہوا۔ طلباء نے وینس منشور اور آسٹریلوی بورا منشور کے مطالعے کے بعد کورس کے اختتام پر لاہور منشور کا مسودہ تیار کیا

پاکستان کے لیے قومی سطح کی تحفظ پالیسی کو مرتب کرنے کا خواہشمند کوئی بھی فورم اسے ایک نقطۂ آغاز کی حیثیت سے لے کر بحث و مباحثے کی ابتداء کرسکتا ہے۔

(مسودہ) قومی منشور برائے تحفظ و نگہداشت ثقافتی ملکیت (لاہور 1989ء)

1.0 دیباچہ

1.1 پاکستان اپنے خصوصی جغرافیائی اور سماجی پس منظر کے ساتھ ثقافتی ارتقاء اور مسائل کی تاریخ کا حامل ہے۔ بین الاقوامی منشور برائے تحفظ و بحالی یادگار اور فروخت (وینس 1966) اور ICOMOS کی پانچویں جنرل اسمبلی کی قرارداد 1978ء کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تجویز پیش کی گئی کہ مندرجہ ذیل منشور کو پاکستان کے لیے اختیار کیا جائے۔

2.0 مقاصد

2.1 فی الوقت تاریخی اندراج اور جسمانی شکل میں جو ثقافتی ورثہ موجود ہے وہ ہم سب کے لیے مشترکہ ہے جو ہمیں ہماری مشترکہ تاریخ اور مشترکہ مستقبل کا ادراک دیتا ہے۔ یہ ہمارے ورثے کا ایک اہم حصہ بھی ہے۔ ہم اپنی موجودہ نسل کے ساتھ ساتھ مستقبل کی نسلوں کے فائدے کے لیے اس کے تسلسل اور اس کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ اس ذمہ داری کو مشترکہ طور پر اور معاشرے کو نہایت غور و فکر کے ساتھ نبھانا ہوگا تاکہ اس صادق اثاثے کے تسلسل کو یقینی بنایا جاسکے۔

3.0 نمایاں صفات

اس منشور کے مقاصد کے لیے:

ثقافتی ملکیت:

اس سے مراد تاریخی یادگاریں، عمارات، عمارتوں کا مجموعہ یا علاقہ تاریخی باغات۔ آثار قدیمہ کے مقامات اور کھنڈرات، اس کی روایتی، ماحولیاتی ترتیب فنون، سائنس و ٹیکنالوجی یا کوئی حصہ وغیرہ ہے۔ شہری یا دیہی گرد و پیش میں مقامی فن تعمیر غیر معمولی معیار کا ایک جسمانی ماحول بناتا ہے۔ یہ بھی ثقافتی ملکیت کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

ہمارے غائب ہوتے ہوئے ورثے کو بحال کرنے کی ضرورت ہے

3.2 تحفظ

اس سے مراد وہ تمام عوامل ہیں جو ایک ثقافتی ملکیت کے خصوصی اقدار کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔ اس میں انتظام، بحالی، مزید تقویت دینا، بازیافت اور بازگردانی شامل ہیں۔

3.3 تحفظ

اس سے مراد ثقافتی اثاثے کو اس کی موجودہ حالت کو برقرار رکھنا اور اس کے انحطاط اور زوال کو روکنا ہے۔ اس میں ان کی مہافظت کے لیے دوسری جگہ منتقلی بھی شامل ہے۔

3.4 بحالی

اس سے مراد ثقافتی ملکیت کی اصل ساخت کی واپسی ہے۔ اس عمل میں موجودہ عمارات کو اس کے اصل رنگ و روپ میں لانے کے لیے جدید ترین طریقے بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

4.0 قومی پالیسی

4.1 ثقافتی اثاثے کی بحالی اور نگہداشت کا کام ایک یکساں قومی بحالی پالیسی کے تحت سرانجام پانا چاہیے۔ ثقافتی اثاثے کو تین سطحوں مثلاً قومی، علاقائی اور مقامی سطحوں میں درجہ بندی کے لیے ترجیحات خاکہ بنا کر اس پالیسی کو مرتب کرنا چاہیے۔ ان کے مطابق دوسرے ضروری امور بھی شامل ہوسکتے ہیں۔ اس قومی پالیسی کے تحت متعلقہ قومی تنظیموں کے کاموں کو مربوط بنایا جاسکتا ہے اور ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی بین الاقوامی تنظیموں اور اداروں سے تعاون کو بڑھایا جاسکتا ہے۔

4.2 قومی تحفظ پالیسی کو باقاعدہ بنانے، وقت کے مطابق ڈھالنے اور مانیٹر کرنے کے لیے تمام متعلقہ اداروں اور روشن خیال طبقے پر مشتمل ایک جمعیت بنائی چاہیے۔

4.3 پالیسی کے اصل مقصد کے مطابق ملک سے باہر لے جائے گئے ثقافتی ورثے کو واپس اس کی جگہ یا اس کے اصل مقام پر لانے کی کوششیں کی جائیں۔

5.0 رہنما اصول

5.1 تحفظ کا مقصد ثقافتی ورثے کی قدر و قیمت کو برقرار رکھنا یا بازیافت کرنا ہے اور حفاظت اور انتظام کے ذریعے اس کے مستقبل کو یقینی بناتا ہے۔

5.2 عوام میں ثقافتی ورثے کے تحفظ اور نگہداشت کی قدر و قیمت اور ضرورت کا ادراک پیدا کرنے کے لیے موثر اقدامات اٹھائے جائیں اور معاشرے کے تمام طبقوں کی شرکت کو فروغ دیا جائے۔

5.3 تحفظ اور نگہداشت کے لیے مداخلت بروقت ہونی چاہیے لیکن اس کی کوششیں کم سے کم ہونی چاہئیں۔ انہیں قابل منسوخ ہونا چاہیے اور مستقبل میں ہونے والی مداخلتوں کے خلاف متعصب نہیں ہونا چاہیے۔ انہیں اصل مواد اور گرد و پیش کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے اور ثقافتی ورثے کی اصلیت کو بدلنے کی کوئی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

5.4 ثقافتی قدر کی اشیاء جو یادگار کے مقام کا ایک اٹوٹ حصہ ہوں۔ انہیں صرف اسی وقت ان کی جگہ سے ہٹانا چاہیے جب واحد مقصد ان کی محافظت و نگہداشت کو یقینی بنانا مقصود ہو۔

5.5 بحالی اور احیا کے عمل کا مقصد یادگار کی تاریخی قدر و قیمت اور حسن و جمال کی نگہداشت اور اضافہ ہونا چاہیے۔ اس عمل کو اس نقطے پر رک جانا چاہیے جہاں سے قیاس آرائی کا آغاز ہوتا ہے اور تمام مداخلتوں کو نمایاں ہونا چاہیے ان پر ہم عصری کا ٹھپہ بھی لگا ہونا چاہیے۔

5.6 تحفظ کی سرگرمیوں کو عام تعمیراتی سرگرمیوں سے الگ اور مختلف

حیثیت سے شناخت کیا جانا چاہیے۔ اسے قومی، علاقائی اور مقامی منصوبہ بندی کی پالیسی کا نمایاں حصہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ہمیشہ قائم رہنے والے خصوصی فنڈ دستیاب ہونے چاہئیں۔ یہ کام تربیت یافتہ، تجربہ کار ماہرین اور ہنرمند کاریگروں اور دستکاروں کے ذریعے کرانا چاہئیں۔ تاریخی عمارات کے تحفظ کے لیے لازمی اور ضروری روایتی تعمیراتی دستکاری کی بقاء کو یقینی بنانا چاہیے اس کے لیے معاشی اور سماجی ترغیبات کی ضرورت ہے۔

5.7 روایتی شہری ماحول کی نشاندہی ثقافتی ملکی کی حیثیت سے ہونی چاہیے تاکہ تاریخی گردوپیش کے اندر اور باہر پائے جانے والے معاشی اور سماجی دباؤ کے ذریعے اس کے امتیازی نشان اور خاصیت کو تبدیل ہونے سے بچایا جاسکے۔ علاقے کی بحالی اور استعمال کی تبدیلی کو موجودہ روایتی نمونے کے مطابق اور مقامی تحفظ پالیسی کو تقویت دینے والا ہونا چاہیے۔

5.8 عوام کو تحفظ کی کوششوں میں ایک سرگرم شریک کار بنانا چاہیے۔ ثقافتی ورثہ چاہے نجی ہو یا سرکاری اس کو قومی سرمائے کی حیثیت سے فروغ دینا چاہیے۔ معاشرے کو خفیہ کھدائی کے عمل میں غیرقانونی سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے اور ثقافتی اہمیت کی اشیاء کی تجارت کو ممنوع قرار دینا چاہیے۔ ثقافتی ورثے کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے متعلقہ مقامی عوامی گروہوں کی شمولیت لازمی ہے تحفظ کی کوششوں کے لیے رقوم کی فراہمی میں پرائیویٹ ڈونروں کی شرکت کی لازمی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔

5.9 ہمارے ثقافتی ورثے کا ایک بڑا حصہ متحرک مذہبی تحریکوں پر مشتمل ہے روایتی وقف نظام کا رخ حفاظتی کوششوں میں حصہ لینے کی جانب کرنا چاہیے۔ تمام مداخلتیں مذہبی یادگاروں کو ان کے استعمال کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے ہونی چاہئیں اور انہیں وفاداروں کے لیے ہمدرد ہونے چاہئیں۔ وہ مستقبل میں ہونے والی مداخلتوں کی اجازت بھی دیں اور جسمانی تاریخی شواہد کو تباہ یا ان میں ردوبدل نہ کریں۔

5.10 تمام ثقافتی ملکیت کو مکمل دستاویز بنانے کی کوششیں ہونی چاہئیں۔ تمام مداخلتوں کو کرنے سے پہلے، دوران میں اور بعد میں بھی سائنسی طور پر دستاویزی شکل دینی چاہیے اور ان کا مقصد تاریخی اور آثار قدیمہ کے شواہد کی حفاظت ہونا چاہیے۔

5.11 تحفظ کی لازمی شرط اوّل کی حیثیت سے موجودہ قانونی حلقہ کار کا دوبارہ جائزہ لینا چاہیے تاکہ اسے ضرورت کے مطابق تقویت اور مضبوطی فراہم کی جاسکے۔ محفوظ شدہ عمارات کے مقامات اور علاقوں کی مجوزہ حدبندیوں کو ان کے گردوپیش میں کافی حد تک بڑھانا چاہیے تاکہ ان کے تحفظ کے لیے ان کے قریبی گردونواح پر موثر کنٹرول حاصل کیا جاسکے۔

5.12 ثقافتی ورثے یادگاروں اور علاقوں کے لیے خدمات اور سہولتوں کو اسی وقت بہتر اور اعلیٰ درجے کا بنایا جائے جب وہ ان کی تعمیری۔ حسن و جمال اور ماحولیاتی اہمیت کو سختی اور احتیاط کے ساتھ تسلیم کرلیں۔

5.13 جہاں کہیں بھی ممکن ہو ثقافتی ورثے کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے قدرتی آفات کے خلاف مدافعتی اقدامات کو موثر بنانے کی کوششیں کرنی چاہئیں۔ تباہی قدرتی ہو یا انسانوں کی لائی ہوئی ہو۔ ثقافتی ملکیت کی دوبارہ تعمیر کی خواہش میں باقیات کو ڈھانے کی اجازت کسی بھی صورت میں نہیں ملنی چاہیے۔ اس قسم کی تباہ کاری کے بعد پہلی تدبیر باقیات کی حفاظت ہونی چاہیے۔

5.14 مقامات آثار قدیمہ ہمارے ثقافتی اثاثے میں سب سے زیادہ گراں بہا ہیں۔ اس کے باوجود ان کے بارے میں سب سے کم مطالعہ کیا گیا ہے علاقے کی ماضی کی ثقافتوں کے بارے میں ہمارے علم کی دولت کو بڑھانے کے لیے آثار قدیمہ کی کھدائی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ مقامی ذرائع اور ماہرین موجود ہیں اور خواہش مند بھی ہیں، چنانچہ اس مقصد کے لیے اس قوت سے کام لینا چاہیے۔ شہر تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ اس لیے شہری مراکز کے اطراف معلوم اور نامعلوم تاریخی مقامات کی کھدائی فوری طور پر ہونی چاہیے ورنہ قیمتی شواہد ہمیشہ کے لیے کھو جائیں گے یا پھر پوشیدہ رہ جائیں گے۔

5.15 یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ثقافتی ورثہ سیاحتی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے **سیاحت کے فروغ کی پالیسی کو تحفظ** کی پالیسی اور کوششوں کے متصادم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بہتر ہوگا کہ سیاحت سے حاصل ہونے والے معاشی فوائد کو مقامی طور پر جذب کیا جائے۔

6.0 ترغیبی سرگرمیاں

6.1 ثقافتی ورثہ اسی وقت زندہ و جاوید رہ سکتا ہے جب اس کی قدر و قیمت کی جائے اور لوگ خصوصاً نوجوان نسل اس کی قدردانی کرے۔ ہمارے ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھنے کی ایک مثبت قوت ارادی پیدا ہو رہی ہے جس کے فروغ کی ضرورت ہے۔

6.2 تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ نشرواشاعت اور ابلاغ عامہ کے ذریعے تحفظ اور بچاؤ کے فروغ کی تعلیم کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ عوامی ادراک اور دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے خصوصی پروگرام، میٹنگیں، نمائشیں اور سیمینار وغیرہ بھی مفید ثابت ہوں گے۔ سائنٹفک پبلیکیشن اور دستاویزات کو کو مناسب طریقے پر تیار کیا جائے اور محافظ خانے کے ریکارڈوں کے ذریعے عوام تک ان کی رسائی کو ممکن بنایا جائے۔

6.3 عجائب گھروں اور مقامات کی پیشکش میں بہتری ان کی ثقافتی اہمیت کی سمجھ بوجھ میں اضافہ کرے گی جس سے ثقافتی ورثے کی تشہیر میں مدد ملے گی اور ان کے تحفظ و نگہداشت میں عوامی شرکت کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

بشکریہ جرنل آف ریسرچ ان آرکیٹکچرل پلاننگ والیوم III-2004 این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی۔ کراچی

❀❀❀

شہری انتہائی سرگرم پُرجوش اور لگن و استقلال کے حامل افراد پر مشتمل ایک ٹیم ہے جو اپنا وقت اور اپنی مہارتیں صرف اس بات کو یقینی بنانے کے لیے مہیا کرتے ہیں کہ سماجی انصاف مہیا ہو اور قوانین کا بول بالا ہو

ایڈووکیسی

شہری رپورٹ

گارڈن ایسٹ میں غیر قانونی تعمیرات میں اضافہ

گارڈن ایسٹ کوارٹرز میں وسیع پیمانے پر لوٹ مار اور بربادی کا سلسلہ جاری ہے جس میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ ہم متعلقہ افراد کی توجہ مندرجہ بے قاعدگیوں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

- جی آر ای 232/4: پیڈرو ڈی سوزا روڈ کی کٹ لائن کی خلاف ورزی (کے بی ٹی پی آر 2002 ریگولیشن 1-16 اور 2 سے تجاوز)
- جی آر ای 238: پیڈرو ڈی سوزا روڈ کی کٹ لائن کی خلاف ورزی (کے بی ٹی پی آر 2002 ریگولیشن 16-1 اور 2 سے تجاوز)
- جی آر ای 238: غیر قانونی طور پر ضمنی طور پر تقسیم کیے گئے پلاٹ پر غیر قانونی تعمیر (کے بی ٹی پی آر 2002 ریگولیشن 18-3(b) سے تجاوز) شہری متعلقہ حکام سے مسلسل شکایت کر رہا ہے لیکن متعلقہ حکام کی جانب سے کسی بھی قدم کے اٹھائے جانے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

حکومت عوام کو دھوکے بازی سے محفوظ کیوں نہیں رکھ رہی ہے؟

انجیبی الیکٹرانک بازار پلاٹس 33 اور 34/ پی آر-2، پریڈی کوارٹر)

مندرجہ بے قاعدگیاں اور خلاف ورزیاں واضح ہیں اور متعلقہ حکام کی توجہ کی طالب ہیں۔

1- غلط اختلاط کے لیے ایم پی جی او کے این او سی کی بنیاد بورڈ آف ریونیو کے جعلی خط پر تھی۔

2- بورڈ آف ریونیو نے دونوں قطعات زمین کا اختلاط نہیں کیا اور نہ ہی اس نے بلڈنگ پلان پیش کیا (یہ ادارہ زمین کو پٹے پر دیتا ہے چنانچہ یہ واحد ادارہ ہے جو اس کام کا اہل ہے)۔

3- یہ دونوں پلاٹ یکجا نہیں ہو سکتے کیونکہ (ان کے مالکان ایک سے زیادہ ہیں۔ لیز کی شرائط مختلف ہیں۔ میعاد گزر چکی ہیں۔ پلاٹوں کا حصہ شامل نہیں ہے وغیرہ وغیرہ)۔

4- بعد میں آنے والی تمام منظوری اور تصدیق (ٹی پی۔ تعمیر۔ اشتہار اور فروخت وغیرہ) ناجائز اور باطل ثابت ہوں گی کیونکہ پلاٹوں کو فریب اور دھوکہ دہی کی بنیاد پر یکجا کیا گیا۔

5- عبداللہ ہارون روڈ کے بی ٹی پی آر 2002ء کی بنیاد پر ایک عارضی کنٹرول ایریا ہے۔ ایک شہری تجدیدی منصوبے کی ضرورت ہے۔

6- پلاٹ کے مالک۔ بلڈرز۔ انوسٹر وغیرہ قانون کی خلاف ورزی کرنے کے عادی ہیں اور لالچ میں اندھے ہو کر گزشتہ کئی عشروں سے شہر کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہیں۔

7- بلڈر ہر منزل پر تقریباً 180 سے 200 دکانوں کی فروخت میں مصروف ہے جو اس کے این او سی کے برخلاف ہے جس کے تحت ہر منزل پر 38 سے 40 بھی نہیں لگایا گیا ہے۔ جس پر فروخت کی معلومات کے لیے مکمل این او سی کا آویزاں ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ کے بی سی اے کا عمومی معاہدہ فارم بھی استعمال نہیں کیا گیا۔

8- این او سی کی شرائط پوری نہ ہونے پر عوام کی رقم کی واپسی کو کون یقینی بنائے گا۔

دکانوں اور دفاتر کی فروخت تیزی سے جاری ہے۔ کیا اس شہر میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو قانون کی دفعات کے مطابق اپنا فرض ادا کرنے اور لاعلم عوام کو تحفظ فراہم کر سکے تاکہ عوام اس فریب اور دھوکے پر مبنی کاروبار میں اپنی کمائی لگانے سے محفوظ رہیں؟ کیا ہم محض ایک ایسی قوم بن کر رہ گئے ہیں جو بعد میں غلطیوں کو باقاعدہ بناتی ہے؟

برائے مہربانی فوری قدم اٹھایئے اور دھوکے اور فریب دہی پر مبنی اجازت نامے کو منسوخ کیجیے۔ دفاتر کی بکنگ کو بند کرائیں اور پریس کے ذریعے عوام کو ہوشیار اور خبردار کیجیے۔

نجی درسگاہوں کی ریگولرائزیشن

یہ قابل اطمینان بخش امر ہے کہ بریگیڈیئر اے ایس ناصر (سی سی او بی، کے بی سی اے) قانون کی عملداری کے لیے اپنی پوری کوشش کررہے ہیں۔

نجی اسکول اگرچہ کہ خدمات مہیا کررہے ہیں لیکن وہ صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے موٹی موٹی فیسیں بھی وصول کررہے ہیں اور بچوں کو کسی قسم کی سہولتیں بھی نہیں فراہم کررہے ہیں اور بچے کرائے کے چھوٹے چھوٹے رہائشی مکانات میں بری طرح ٹھونس دیئے جاتے ہیں۔ 300 بچے چار کمروں کے ایک چھوٹے سے مکان میں کس طرح تعلیم پاسکتے ہیں یہ سوچنا محال ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ بچوں کے کھیلنے کے لیے کوئی پلے گراؤنڈ نہیں ہے۔ کوئی لیبارٹری وغیرہ نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسی مناسب سہولت موجود نہیں ہے جو ایک اسکول میں ہونی لازمی ضروری ہوتی ہے۔ یہ نجی اسکول ایک امر زحمت سے کم نہیں ہیں اور جس علاقے میں بھی قائم ہیں اسے خراب اور تباہ و برباد کررہے ہیں۔ بیشتر اسکول جن ذاتی رہائش گاہوں میں قائم ہیں ان کے مالک نہیں ہیں۔ نہ ہی وہ زمین میں سرمایہ کاری کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ مالک مکان کو واحد فائدہ ریگولرائزیشن کی کم فیس سے ہی پہنچتا ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اسکول اس عمارت میں ہمیشہ قائم رہے گا۔ وہ مقام بدل سکتا ہے اور مالک مکان اس امداد ریگولرائزیشن فائدے (زمین کے استعمال کی تبدیلی) کو استعمال کرسکتا ہے اور ایک تجارتی بلند و بالا عمارت تعمیر کرسکتا ہے۔

- کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کو ایک موقع فراہم کیا جانا چاہیے تاکہ وہ ان اسکولوں کی پیدا کردہ ابتری کو دور کرسکے۔
- یہ سہولت اور فائدہ صرف ان جائیدادوں کو فراہم کی جائے جو اسکول اتھارٹی کی اپنی ملکیت ہوں۔ اسے کرائے کی جگہوں کو ہرگز نہ تفویض کیا جائے، کیونکہ مالک مکان اسکول کے دوسری جگہ منتقل ہونے کی صورت میں اس امدادی ریگولرائزیشن پالیسی کے ذریعے اپنے مکان کو رہائشی سے تجارتی کیٹگری میں تبدیل کرسکتا ہے اور بلند و بالا عمارت تعمیر کرسکتا ہے۔ یا وہاں کوئی بھی تجارتی و کاروباری کام کرسکتا ہے جو علاقے میں ابتری لانے کا باعث بن سکتا ہے۔

اگر پھر بھی کرائے کی عمارت میں قائم اسکولوں کو باقاعدہ بنانے کی اجازت ملے گی تو اس ریگولرائزیشن کا فائدہ اسی وقت ملنا چاہیے جب تک عمارت میں اسکول قائم ہے۔ اگر اسکول کسی اور عمارت میں منتقل ہوجاتا ہے تو مکان کو دوبارہ اصل رہائشی حیثیت سے بدلنا ضروری اور لازمی ہونا چاہیے۔

ڈی ایچ اے فیز VIII میں ڈی سی ایل کو جن ڈی سیلینیشن پلانٹ پر تبصرہ

سندھ ای پی اے کی جانب سے روزنامہ 'ڈان' میں 19 دسمبر 2004ء کو ایک پبلک نوٹس شائع ہوا۔ اس سے متعلق شہری سی بی آئی نے مجوزہ منصوبے کے ماحولیاتی پہلوؤں پر مندرجہ نکات اور تبصرے داخل کیے۔

اس پلانٹ کے قیام کے تنقیدی پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

(a) 132 کلوواٹ ٹرانسمیشن لائنیں اور گرڈ اسٹیشن۔

(b) سمندری پانی کے انٹیک کی سہولتوں پر اخراجات کا تخمینہ 25 ملین روپے سے زیادہ ہے۔

(c) فضلے اور کوڑے کرکٹ کو ٹھکانے لگانے کی سہولتیں 1.0×10^6 ایم سالانہ گنجائش سے بڑھ رہی ہیں۔

(d) ماحولیاتی اعتبار سے ایک حساس رہائشی/تفریحی علاقے کے قریب ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ڈی سی ایل کے پیش کردہ ای آئی اے مندرجہ بالا نکات کو مناسب طریقے پر پورا نہیں کرتے۔

مندرجہ بالا نکات ان بہت سے سوالات میں سے کچھ ہیں جن کے بارے میں سوچ و بچار کرنا ضروری ہے اور ادارہ برائے سندھ ماحولیاتی تحفظ کو پلانٹ کی منظوری دینے سے پہلے معاملات کی چھان بین کرنی چاہیے۔

1- کیا اس سائز کے پلانٹس کی جگہ کے لیے یہ منصوبہ عالمی بینک کے رہنما خطوط پر پورا اترتا ہے۔ خصوصاً رہائشی علاقے اور ساحلی زون کے حوالے سے۔

2- 132 کلوواٹ کی لائنیں ڈی ... سائٹ سے منسلک ہیں اور 60 فٹ چوڑی شاہراہوں (خیابان عرفات، خیابان شجاعت، خیابان خیبر، خیابان شجار) 80 فٹ چوڑی (ڈیفنس ایوینیو) اور 100 فٹ چوڑی (صبا ایوینو) پر واقع ہیں۔ 132 کلوواٹ اوور ہیڈ لائنوں کے لیے مطلوبہ 100 فٹ چوڑے راستے کے حق کا پروانہ راہداری دستیاب نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہ ایچ وی لائنیں رہائشی

کراچی کو آپ کی ضرورت ہے۔ شہری کو آپ کی ضرورت ہے

شہری تمام شہریوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ہمارے اس خوبصورت لیکن بعد افسوس مکمل طور پر بے توجہی کا شکار اور مہر و محبت سے محروم شہر کی گم گشتہ شان و شوکت کو بحال کرنے کے ہمارے مشن میں تعاون کریں۔ ہمارا مشن ایک باعمل شہری معاشرے کو فروغ دینا اور سہولتیں بہم پہنچانا ہے جسے اپنی ذمہ داریوں کا شعور ہو اور جو احتساب کا مطالبہ کرے۔ ہم پختہ یقین رکھتے ہیں کہ جن حالات سے ہم دوچار ہیں اس کی ذمہ داری شہریوں پر زیادہ نہیں تو برابر کی ضرور عائد ہوتی ہے۔ ہم ایک آزاد ریاست کے مالک ہیں۔ اس کے باوجود اگر ہم اس ریاست کے شہری ہونے کے ناطے اپنا سرگرم کردار ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو موجودہ تکلیف دہ صورتحال کے لیے سرکاری افسر شاہی کے لاپرواہ اور بے دلی کے رویئے کو مکمل طور پر ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ شہری انتہائی سرگرم پُرجوش اور لگن و استقلال کے حامل افراد پر مشتمل ایک ٹیم ہے۔ جو اپنا وقت اور اپنی مہارتیں صرف اس بات کو یقینی بنانے کے لیے مہیا کرتے ہیں کہ سماجی انصاف مہیا ہو اور قوانین کا بول بالا ہو۔ شہری گزشتہ 15 برسوں سے اخبارات میں خطوط لکھ کر۔ بامعنی مہم کا آغاز کرکے اور مقدمہ بازی کرکے اپنے موقف کی وکالت کررہا ہے اور سیمینار و ورکشاپوں کا انعقاد کرکے اور اک اور آگاہی پیدا کررہا ہے۔ سوچ تو یہ ہے کہ لوگ اپنی سماجی ذمہ داریاں جوش اور جذبے کے ساتھ پوری کریں گے۔ ہم اپنے سرپرستوں کی حمایت اور تعاون کے شکر گزار ہیں۔ لیکن ہم مالی دباؤ کا شکار ہیں۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے تاکہ ایک باہمی مقصد کو آگے بڑھایا جاسکے۔ ہم دوسروں سے شفاف پن اور احتساب کے طالب ہیں۔ اس لیے ہم اپنے تمام اعمال میں مکمل مالی اور انتظامی شفاف پن کو یقینی بناتے ہیں۔ شہری آپ کی فیاضانہ امداد کا دل سے منتظر ہے جو نقد یا جنس کی صورت میں ہوسکتی ہے۔ ہم سب اس شہر کو صحتمند، صاف، محفوظ اور ایک زندہ شہر کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر کے حصول کے لیے آپ کی یہ امداد اور رہنمائی ہماری معاون و مددگار ثابت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ جلد ہی رابطہ کریں گے۔

ضرورتوں سے بہت قریب تر ہیں۔ ان پیدا ہونے والے برقی مقناطیسی میدانوں کے مضر صحت اثرات طویل المدتی ہوں گے جن کو دھیان میں رکھنا ضروری ہے۔ سپریم کورٹ کا شہلا ضیاء 1994ء کا تاریخ ساز فیصلے کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

3- سمندری پانی کو پینے کے قابل بنانے کے بعد اس کی تقسیم کے عمل کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ اگر اس اعلیٰ ترین معیاری پانی کو کے ڈبلیو ایس بی کے ترسیل شدہ پانی میں شامل نہیں کیا جاسکتا تو 3 ایم جی ڈی پانی کی تقسیم کے لیے روزانہ 1000 ٹینکر درکار ہوں گے۔

● ہر ٹینکر کی گنجائش 3000 گیلن ہے)

ان ٹینکروں کی نقل و حرکت علاقے۔ ساحل اور ساحلی سڑک پر ٹریفک کی بھیڑ اور فضائی آلودگی کا باعث بنے گی۔

4- ساحل اور تفریحی سہولتوں تک عوام کی رسائی پر مضر اثرات مرتب ہوں گے۔ ساحل پر پلانٹ کے 30 سے 45 فٹ اونچے ڈھانچے ساحل کے جمالیاتی حسن/ ماحولیات سے متصادم ہوں گے۔

5- شور کی سطح خاص طور پر رات کے وقت بڑھ جائے گی جو قریبی رہائش پذیر افراد کے لیے باعث تشویش ہے۔

6- اس پورے پلانٹ سے خارج ہونے والی ہوا خاص طور پر بلند و بالا عمارات کے لیے (مثلاً کریک سٹی) باعث تشویش ہے۔ اس میں شامل ہے۔

● گیس ٹربائن سے خارج ہونے والی NOx اور COx اور

● کاربونک ایسڈ کے خارج ہونے والے کسی بھی عمل میں آکسیجن/ نائٹروجن کا اخراج اور سمندری پانی کو پینے کے قابل بنانے کے پلانٹ کے ہوائی اخراج کے نظام سے باہر نکلنے والے فاسد مادے۔

● این ای کیو ایس کی بجاآوری اور آبی ماحول (جن میں مینگروو۔ مچھلیاں اور دیگر آبی حیات شامل ہیں) پر پڑنے والے مضر اثرات کا مطالعہ (آپریشن سے پہلے اور آپریشن کے بعد) بہت ضروری ہے۔ اس مطالعے میں شامل ہیں۔

● سمندری پانی کے تجاوز اور ذراتی بہاؤ کے اثرات۔

آبی شور کے اخراج پر بلند درجہ حرارت (450 سینٹی گریڈ) ہوگا۔ 150 سینٹی گریڈ کا امتیازی اختلاف ہے۔

فضلاتی اخراج میں آبی شور بائیو سائیڈ (Biocides) دھاتیں اور مضر رساں کیمیکلز وغیرہ کا ارتکاز۔

● پلانٹ کو شروع کرنے اور بند کرنے کے اثرات (درجہ حرارت اور کھاری پن میں تبدیلیاں)

8- کیا حادثات/ ہنگامی حالات سے نمٹنے کا کوئی منصوبہ تیار کیا گیا ہے خصوصاً اس حقیقت کو مدنظر رکھنا ہوگا کہ اضافی ڈیزل ایندھن کا ذخیرہ ہوگا اور بہت زیادہ دباؤ والی قدرتی گیس کی تنصیبات بھی ہوں گی جو رہائشی علاقے سے بہت قریب تر اور ہوا کے رخ پر ہوں گی۔

9- حکومت سندھ کے کراچی بلڈنگ اور ٹاؤن پلاننگ ریگولیشن 2002ء میں زلزلے کے عوامل کی تعریف 0.16g اور 0.24g کے مدارج کے درمیان کی گئی ہے تو پھر پلانٹ کے ڈیزائن میں 0.1g کے عنصر کا استعمال کیوں کیا گیا ہے؟ ❀❀❀

شہری کے لئے رضا کاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

● آلودگی کے خلاف
● میڈیا اور بیرونی روابط (نیوز لیٹر)
● قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
● تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
● پارکس اور تفریح
● مالی حصول۔

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم/ فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے ایگزیکٹو سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

''شہری'' میں شمولیت اختیار کیجیے
ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

اگر آپ ''شہری'' میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری برائے بہتر ماحول۔ 206 جی۔ بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔ پاکستان
ٹیلی فون/ فیکس 92-21-4530646

E-mail address:
Shehri@onkhura.com (Web site)
URL:http//www.onkhura.com/shehri

نام ________ ٹیلی فون (گھر) ________

ایڈریس ________

پیشہ ________ ٹیلی فون (دفتر) ________

شہری کی رکنیت

2006ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

فرائض کی انجام دہی۔ لگن۔ حوصلے اور فرض شناسی کے ساتھ

شہری سندھ پولیس ڈپارٹمنٹ کے بے خوف اور فرض شناس افسران کو خراج تحسین پیش کرتا ہے

کیپٹن (ر) محمد طاہر نوید (پی ایس پی)

تربیتی مہارت اور تجربے کا حسین امتزاج

کیپٹن (ر) محمد طاہر نوید ایک قابل، اہل اور آزمودہ کار افسر ہیں، جو پولیس دستوں میں متنوع تربیت اور مہارتوں کا ایک وسیع امتزاج لائے ہیں۔ وہ پاکستان آرمی کے ایک سابق آفیسر ہیں اور آج کل سندھ پولیس ڈپارٹمنٹ میں جمشید ٹاؤن میں ایس ایس پی/ ٹی پی او کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ پاکستان ملٹری اکیڈمی ایبٹ آباد سے انہوں نے سیاسیات اور فوجی تاریخ کے مضامین میں گریجویشن کیا۔ پاکستان کے مختلف مشہور اداروں اور تربیتی درسگاہوں میں ایئر بورن کورس، جونیئر آفیسرز لیڈر شپ، ویپن کورس، ینگ آفیسرز لیڈر شپ، بیسک انٹیلی جنس کورس، بیسک ڈرگ لا انفورسمنٹ اینڈ کیپیسٹی بلڈنگ کورس مکمل کیے۔ کیپٹن (ر) طاہر نے اس کے علاوہ پولیس اسٹاف کالج۔ برام شیل۔ یو کے میں کمانڈ اینڈ اسٹاف کورس میں شرکت کی اور بوسنیا میں اقوام متحدہ کے مشن میں ایک برس تک خدمات سرانجام دیں۔

کیپٹن (ر) محمد طاہر نوید نے ہمارے پولیس دستے میں لگن اور فرض شناسی کے ساتھ خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کے سامنے زبردست امکانات سے بھرپور ایک کیریئر موجود ہے۔

ڈی۔ ایس۔ پی زہرا خان بلوچ

بہادری، فرض شناسی اور لگن کی ایک مثال

ڈی ایس پی زہراخان بلوچ ٹریفک زون III فرض شناس اور ذمہ دار پولیس آفیسر کی ایک اور مثال پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے 1975ء میں اسسٹنٹ سب انسپکٹر (اے ایس آئی) کی حیثیت سے سندھ پولیس میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ ان کی پہلی تعیناتی سی آئی اے سینٹر صدر میں ہوئی۔ 1980ء میں زہراخان بلوچ کو سب انسپکٹر کے عہدے پر ترقی مل گئی اور وہ اس حیثیت میں کراچی کے مختلف پولیس اسٹیشنوں میں کام کرتے رہے۔ انہوں نے بے خوفی اور لگن سے اپنے فرائض سرانجام دیئے جنہیں سراہتے ہوئے 1988ء میں انہیں اسٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) بنا دیا گیا۔ اپنی جائے تعیناتی پر جرائم کی بیخ کنی میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ 1990ء میں ان کو انسپکٹر کے عہدے پر ترقی دے دی گئی اور ان کا تبادلہ ٹریفک پولیس میں کر دیا گیا۔ 2000ء میں وہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (ڈی ایس پی) کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آج کل وہ ٹریفک پولیس کے زون III میں ڈی ایس پی ٹریفک کورنگی تعینات ہیں جس کے زیر حدود فیروزآباد ٹریفک سیکشن بھی ہے۔

پیشہ ورانہ جرأت مندی

فیروزآباد پولیس اسٹیشن کی حدود میں 23 اکتوبر 2004ء کو ایک پولیس مقابلہ ہوا۔

یہ رمضان کا مہینہ تھا اور افطار میں تھوڑا ہی وقت تھا کہ دو مسلح ڈاکو دکانداروں سے رقم اور موبائل فون لوٹنے اور چھیننے لگے۔ لوگوں کی چیخ و پکار سن کر نئے بھرتی ہونے والے پولیس کانسٹیبل فاروق عزیز (نمبر 20677۔ تاریخ تقرری یکم جولائی 2001ء) اور شیراز احمد (نمبر 21805 تاریخ تقرری 10 اگست 2002ء) نے انہیں للکارا۔ پولیس کا سامنا ہونے پر ڈاکوؤں نے فائرنگ شروع کر دی۔ پولیس کی جوابی فائرنگ سے دونوں ڈاکو زخمی ہو گئے جنہیں بعد میں جناح اسپتال لے جایا گیا، لیکن دونوں نے راستے میں ہی دم توڑ دیا۔ ان کے قبضے سے دو ٹی ٹی پستول، ایک چوری شدہ 125 سی سی موٹر سائیکل، تین موبائل فون اور نقدی بھی برآمد ہوئی۔

بہادری اور حوصلے کے اس شاندار مظاہرے پر علاقے کے باشندوں نے پولیس کانسٹیبل فاروق عزیز اور شیراز احمد کو نقد انعام اور تعریفی سرٹیفکیٹ سے نوازا گیا۔